اسلامی احکامِ حرب وقتال

افادات: امام محمد بن حسن شیبانی (ف ۱۸۹ھ)

تشریحات: امام محمد بن احمد سرخسی (ف ۴۹۰ھ)

ترجمہ: محمد سہیل احمد سیالوی

ا۔اسلامی سرحد پر پہرہ دینے کا اجر:

سیدنا سلمان فارسی سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

۱۰۲۔ من رابط یوما فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ کان لہ کصیام شھر و قیامہ. ومن قبض مرابطا فی سبیل اللّٰہ تعالی اجیر من فتنۃ القبر و اجری علیہ عملہ الی یوم القیامۃ

''جس نے ایک دن کے لیے راہِ خدا میں گھوڑا باندھا (پہرہ دیا) اسے ایک ماہ کے روزہ اور نماز کا ثواب ملے گا، اور جسے اسلامی سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے موت آ گئی اسے عذابِ قبر سے پناہ دے دی جائے گی اور اس عمل کا ثواب اسے قیامت کے دن تک ملتا رہے گا۔''

امام مکحول سیدنا سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا گزر شرحبیل بن سمط کے قریب سے ہوا وہ اس وقت سرزمین فارس میں (دشمن کے) ایک قلعہ کے سامنے جانور باندھے تیار کھڑے تھے ،سیدنا سلمان فارسی نے کہا: کیا میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے سید عالم ﷺ سے خود سنی ہے تا کہ اس وقت وہ حدیث تمہاری معاون ہو سکے، انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں! حضرت سلمان نے یہ (مذکورہ) حدیث سنائی، (حدیث کے آخری الفاظ اس روایت میں یوں ہیں):

ونمی لہ عملہ کاحسن ما کان یعمل الی یوم القیامۃ

''اور قیامت تک اسے اس عمل کا ثواب ملتا رہے گا ایسا ثواب جو اس کام کو احسن طریقے سے کرنے پر عطا کیا جاتا ہے۔''

تشریحات:

(۱) یہ حدیث اگر چہ بظاہر موقوف ہے اور سلسلۂ سند حضرت سلمان پر رک جاتا ہے لیکن یہ مرفوع کے حکم میں ہے، اس لئے کہ اعمال کی جزاء کی مقدار ایک توقیفی معاملہ ہے جسے رائے کے ذریعے معلوم نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) حضرت سلمان فارسی کے عمل سے معلوم ہوا کہ جس عالم کو کوئی حدیث معلوم ہو اس کے لئے دونوں طریقے جائز ہیں، ایک تو یہ کہ وہ اس حدیث کو روایت کرے دوسرا یہ کہ حدیث کو روایت نہ کرے بلکہ اس حدیث کے مطابق فتوی صادر کر دے۔

(۳) رباط، یا مرابطہ جس کا حدیث میں ذکر ہے اس سے مراد دین کی نصرت اور مسلمانوں کو مشرکین کے شر سے بچانے کے لئے دشمن کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے، اس کا ماخذ ''ربط الخیل'' ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: **ومن رباط الخیل** (الانفال:٦٠)

ایک طرف مسلمان اپنا گھوڑا دشمن کی سرحد پر باندھتا ہے تاکہ اسے (اپنی تیاری اور اسباب کی فراوانی سے) مرعوب کر سکے، اور دوسری طرف دشمن یہی عمل کرتا ہے، اسی لئے اس کو ''مرابطہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ باب **مفاعلہ** عام طور پر ایسے فعل کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے جس کا ارتکاب جانبین کی طرف سے ہوتا ہے۔ ''رباط'' یعنی سرحد پر گھوڑا باندھ کر مستعد رہنا باقی لوگوں کے لئے چونکہ امن کا باعث ہوتا ہے اسی لئے وہ جگہ جہاں مسافر چوروں اور اچکوں سے پر امن ہو کر رات گزارتے ہیں اس جگہ کو بھی ''رباط'' کہا جاتا ہے۔

بعض روایات میں اس سے بھی زیادہ ثواب روایت کیا گیا ہے:

۳- مکحول سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے ایک پہاڑ میں ایک غار دیکھی ہے، میری خواہش ہے کہ موت تک اس غار میں عبادت و ریاضت کرتا رہوں- یہ سن کر سید عالم ﷺ نے فرمایا:

لمقام احدکم فی سبیل اللّٰہ خیر من صلاتہ ستین سنة فی اھلہ

''تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں (میدانِ جہاد میں) ایک وقت کھڑا ہونا اپنے گھر میں رہ کر ساٹھ سال کی نماز سے بہتر ہے۔''

تشریحات:

(۱) ثواب میں یہ تفاوت حالت امن اورخوف کے تفاوت کی بناء پر ہے،جس مقام پرخوف زیادہ ہوگا وہاں کھڑے رہنے کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔یاجہاں مجاہد کا کھڑا ہونا اہل اسلام کے لئے زیادہ نفع کا باعث ہوگا وہاں کھڑے ہونے والے مجاہد کا ثواب بھی زیادہ ہوگا،اس لئے کہ مجاہد کے سرحد پر کھڑا ہونے کا مقصد دین کی عزت کی حفاظت اور اہل اسلام کونفع پہنچانا (ان کی حفاظت) ہے،سید عالم ﷺ کا فرمان ہے:

خیر الناس من ینفع الناس .

''لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جولوگوں کونفع پہنچائے۔''

یا ثواب کے تفاوت کا مدار اوقات پر ہے،اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے جسے امام مکحول نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

لرباط یوم فی سبیل اللہ صابرا محتسبا من وراء عورة المسلمین فی غیر شھر رمضان افضل عند اللہ من عبادة مأة سنة صیام نھارھا وقیام لیلھاولرباط یوم فی سبیل اللہ صابرا محتسبا من وراء عورة المسلمین فی شھر رمضان افضل عند اللہ من عبادةالف سنة صیام نھارھا وقیام لیلھا .ومن قتل مرابطا ومات مجاھدا فحرام علی الارض ان تأکل لحمه ودمه ولم یخرج من الدنیا حتی یخرج من ذنوبه کیوم ولدته امه وحتی یری مقعده من الجنة وزوجته من الحور العین وحتی یشفع فی سبعین من اھل بیته ویجری له اجر الرباط الی یوم القیامة

(سنن ابن ماجہ:الجہاد:۲۷۶۸)

''رمضان المبارک کے علاوہ عام دنوں میں ایک دن صابر بن کرثواب کی نیت سے اللہ کی راہ میں پہرہ دینے اور مسلمانوں کی عزت کی حفاظت کرنے کا ثواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سو سالوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے جن میں دن کو روزہ رکھا جائے اوررات کوقیام کیا جائے۔رمضان المبارک میں ایک دن صبر

کرتے ہوئے ثواب کی نیت سے راہِ خدا میں اہل اسلام کی عزت کی حفاظت کے لئے پہرہ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہزار سال کے دن کے روزوں اور رات کی نمازوں سے بڑا عمل ہے۔ جو سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے قتل کیا گیا اور مجاہد کی موت مرا زمین پر حرام ہے کہ اس کے گوشت یا خون کو کھائے، وہ اس وقت تک دنیا سے نہیں نکلے گا جب تک گناہوں سے یوں صاف نہ ہو جائے جیسا کہ اپنی ولادت کے دن تھا، اور جب تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ اور اپنی جنتی بیوی کو نہ دیکھ لے اور اپنے گھر والوں میں سے ستر لوگوں کے حق میں شفاعت نہ کرلے اور اس کے پہرہ کا اجر اسے قیامت کے دن تک ملتا رہے گا۔''

(۲) **اجیر من فتنة القبر** کے الفاظ اہل سنت کی دلیل ہیں کہ عذابِ قبر برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **ذوقوا فتنتکم** (الذاریات:۱۴)، ایک اور مقام پر فرمایا: **ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات** (البروج:۱۰) یہاں فتنہ یعنی آزمائش سے مراد عذاب ہے، اس لئے کہ عربی میں جب کہا جاتا ہے **فتنت الذھب** تو معنی ہوتا ہے کہ میں نے سونے کو پرکھنے کے لئے آگ میں ڈالا، ایک اور مقام پر فرمایا: **وھم لا یفتنون** (العنکبوت:۲) یہاں **لا یفتنون، لا یبتلون** کے معنی میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وفتناک فتونا** (طٰہٰ:۴۰)، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ان ھی الا فتنتک** (الاعراف:۱۵۵) یہاں بھی فتنہ عذاب کے معنی میں آیا ہے، منکر اور نکیر کو **فتّان** اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ وہ قبر میں آکر انسان کو آزماتے اور پرکھتے ہیں اور ایمان کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ **اجیر من فتنة القبر** کا مطلب یہ ہے کہ اسے **ضغطۂ قبر** سے محفوظ رکھا جائے گا، اور **ضغطۂ قبر** سے وہی محفوظ رہے گا جسے اللہ محفوظ رکھے، نبی رحمت ﷺ نے جب حضرت سعد بن معاذ کی تدفین مکمل کی اور قبر بن چکی تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا، اور آپ نے تکبیر کہنا شروع کردی، بقیع کا قبرستان (صحابۂ کرام کی) تکبیر سے گونج اٹھا، جب وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

''یہ قبر کی تنگی ہے جس کی وجہ سے ایک جانب کی پسلیاں دوسری جانب کی پسلیوں میں گھس جاتی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے آسانی فرمادی، اگر کوئی شخص ضغطۂ قبر سے محفوظ رہتا تو یہ نیک شخص (سعد بن معاذ) رہتا۔'' (مسند امام احمدؒ:۲۴۳۳۷)

لیکن حضرت عائشہ سے مروی ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ جب حضرت عائشہ نے نبی

کریم ﷺ سے ضغطۂ قبر سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

''مومن کے حق میں یہ ضغطہ ایسا ہوگا جیسے فرماں بردار بچہ روئے تو ماں اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتی ہے اور اسے آغوش میں لیتی ہے، اور کافر کے حق میں یہ ضغطہ ایسے ہوگا جیسے انڈے کو چٹان کے نیچے رکھ دیا جائے۔''

اللہ ہی بہتر جانتا ہے (تاہم میری رائے میں) حالت رباط میں مرنے والے کے لئے عذابِ قبر سے نجات کا مژدہ اس لئے ہے کہ اس کی زندگی میں اس کے سبب سے اہل ایمان کو امن حاصل رہا لہٰذا بدلے میں اسے قبر کے امن سے نوازا گیا، یا اس لئے کہ اس نے اپنی زندگی میں دین کی سر بلندی کی خاطر خوف اور وحشت والی جگہ کا انتخاب کیا تو بدلے میں اسے۔ اُس مقام پر جو تنہائی اور خوف کا مقام ہے۔ امن عطا کر دیا گیا، جیسا کہ روایات میں ہے کہ روزہ دار لوگ جب قبروں سے نکلیں گے تو ان کی خدمت میں مشروبات اور انواع واقسام کے کھانے پیش کیے جائیں گے حالانکہ باقی لوگ قیامت میں بھوکے اور پیاسے ہوں گے۔ روزہ دار چونکہ دنیا میں بالقصد بھوک اور پیاس اختیار کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں بدلے میں کھانے عطا فرمائے گا۔

حدیث کے الفاظ **اجری علیہ عملہ یا نمی لہ عملہ**، اس آیہ مبارکہ سے مناسبت رکھتے ہیں:

ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللّٰہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللّٰہ (النساء:۱۰۰)

سید عالم ﷺ کا فرمان ہے:

من مات فی طریق الحج کتب اللّٰہ لہ حجۃ مبرورۃ فی کل سنۃ

''جو شخص حج کے لئے جاتے ہوئے رستے میں فوت ہوگیا اسے (قیامت تک) ہر سال ایک مقبول حج کا ثواب عطا کیا جائے گا۔'' (نصب الرایہ ۳/۱۵۹)

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے، اور یہ ثواب اس مجاہد کو ملے گا جس کی نیت یہ ہے کہ اگر میری زندگی رہی تو میں جہان کے فنا ہونے تک دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہوں گا چنانچہ نیت کی استدامت کی بناء پر اس کے عمل کے ثواب کو بھی استدامت عطا کردی گئی۔ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے:

لا یلدغ المومن من جحر مرتین، عاقل یک بار فریب می خورد، مومن از یک سوراخ دو بار گزیدہ نمی شود

انما الاعمال با لنیات (صحیح بخاری: مناقب الانصار: ۳۸۹۸)

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''

امام محمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ألا أنبئكم بليلة هي أفضل من ليلة القدر؟ حارس يحرس في سبيل الله في أرض خوف، لعله لا يئوب الى أهله أو رحله

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کون سی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے؟ جو محافظ (پہرہ دار) پُرخوف جگہ پر سرحد کی حفاظت کر رہا ہو معلوم نہیں کہ وہ اپنے گھر یا اپنے خیمے تک پہنچ سکے گا یا نہیں (اس کی یہ رات اس کے حق میں لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے)

تشریحات:

(۱) حدیث مبارکہ کے الفاظ **لعله لا يئوب الى أهله أو رحله** کا مطلب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے وہ شہید ہو جائے اور اہل وعیال تک نہ پہنچ سکے، مسلمان پہرہ دار جب اللہ کی راہ میں نکلتا ہے تو وہ اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کر دیتا ہے، اس لئے کہ اس نے اللہ تعالی کے ساتھ ایک سودا کر لیا ہے: **ان الله اشترى من المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة** (التوبۃ:۱۱۱)

(۲) اس حدیث میں اسلامی سرحد کی نگہبانی کی ترغیب دیتے ہوئے نگہبان کی اس رات کو لیلۃ القدر سے افضل قرار دیا گیا ہے، حالانکہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں کی راتوں سے فضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر کو عبادت کرنے والا اپنی جان کو جہنم سے آزاد کرواتا ہے جبکہ سرحد پر پہرہ دینے والا اہل اسلام کو درپیش خطروں کو زائل کر رہا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لمقام ساعة فى سبيل الله افضل من احياء ليلة القدر عند الحجر الاسود

''ایک رات کے لئے راہ خدا میں کھڑا رہنا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر میں عبادت کرنے سے افضل ہے۔''

(۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ثلاثة اين لا تمسها نار جهنم: عين فقئت في سبيل الله، وعين بكت من خشية الله، وعين باتت تحرس في سبيل الله

''تین طرح کی آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، وہ آنکھ جسے راہِ خداوندی میں جہاد کے دوران پھوڑ دیا گیا، وہ آنکھ جو خشیت الٰہی سے روئے، اور وہ آنکھ جو رات بھر راہِ خدا میں پہرہ دیتی رہے۔''

ثور بن یزید، خالد بن معدان سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من صام يوما في سبيل الله بعدت منه جهنم مسيرة خمسين عاما للراكب المجد لا يفر ولا يعرس

''جو شخص ایک دن راہ خدا میں روزہ رکھ کر جہاد کرتا ہے، وہ جہنم سے اس قدر دور ہو جاتا ہے جتنا فاصلہ ایک تیز گھڑ سوار پچاس سالوں میں طے کرے اس طرح کہ نہ تھکے اور نہ ہی آرام کے لئے رکے۔''

لا يفتر کا مطلب ہے کہ اس پر سستی طاری نہ ہو، **تعريس** کا مطلب ہے رات کے آخری حصہ میں آرام کے لئے رکنا۔

تشریحات:

(۱) اس حدیث میں روزہ اور جہاد کو جمع کرنے والے کے اجر کا ذکر ہے، ویسے تو نیکی اور اطاعت خداوندی کے کسی بھی کام کے لئے ''**في سبيل الله**'' کے الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں، لیکن مطلق بولا جائے تو اس سے جہاد ہی مراد ہوتا ہے۔

(۲) روزہ رکھ کر جہاد کرنا چونکہ سخت ترین مشقت ہے، اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے، نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: **أحمزها**

''سب سے افضل عمل وہ ہے جو زیادہ مشقت والا ہو۔''

(۳) عبادات سے مقصود نفس کی سرکشی کا توڑ کرنا ہے، روزہ اور جہاد کو جمع کرنے سے یہ کام زیادہ بہتر

طریقے سے ہوسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ سے جو روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے حاجی کے لئے جو پیدل مکہ مکرمہ کی طرف جارہا ہو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، تو وہ اس صورت میں ہے کہ جب روزہ رکھنے سے (طبیعت میں چڑچڑاپن پیدا ہوجانے اور ہم راہیوں کے ساتھ) جدال فی الحج کا خوف ہو چونکہ جدال فی الحج ممنوع ہے- یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ:

اذا جمع بینھما ساء خلقه، وجادل رفیقه

''جب وہ سفر حج کے دوران روزہ رکھے گا تو بدخلقی کرے گا اور ساتھیوں سے لڑے گا۔''

اگر اس چیز کا خطرہ نہ ہو تو روزہ رکھنا ممنوع نہیں بلکہ افضل ہے۔

(۴) صوم اور جہاد کو جمع کرنے والے کا اجر یہ بیان کیا گیا ہے کہ تازہ دم لگاتار سفر کرنے والا گھڑسوار پچاس سالوں میں جتنا فاصلہ طے کرے اس قدر وہ شخص جہنم سے دور ہوگا۔

عمرو بن عنبسہ السلمی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من صام یوما فی سبیل اللّٰه بوعد من النار مسیرة ماة عام

''جس شخص نے راہ خدا میں ایک دن روزہ رکھ کر جہاد کیا، وہ سو سال کی راہ جہنم سے دور کردیا گیا۔''

تشریحات:

(۱) اس حدیث کی شرح میں علماء کے دو اقوال ہیں:

بعض علماء کے نزدیک حدیث کے ظاہری الفاظ کے مطابق حقیقتاً جہنم سے دور کیا جانا مراد ہے، کیونکہ جو جہنم سے دور ہوگا وہ اس سے امن میں ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: **اولئک عنها مبعدون. لا یسمعون حسیسها** (الانبیاء: ۱۰۱،۱۰۲)

علماء کی ایک اور جماعت کا خیال یہ ہے کہ عدد بطور مبالغہ کے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: **ان تستغفرلهم سبعین مرة** (التوبۃ: ۸۰) کہ وہ ہرگز جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے، حقیقی مسافت مراد نہیں ہے۔

(۲) بظاہر یہ حدیث پچھلی حدیث کے معارض ہے (اس میں پچاس سال اور اس میں سو سال کا ذکر ہے) لیکن حقیقت میں تفاوت نہیں، کیونکہ دارومدار مجاہد کی نیت پر ہے۔...... (جاری ہے۔)

☆ اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی ...... بر آورند غلامان او درخت از بیخ ☆